ادبیات

غزل

(جناب شمس نوید عثمانی)

سرد بہاروں کی لاشوں سے جب پھولوں کی چادر سرکی
دل نے نظارہ سوز خزاں سے شمع جلادی "حسن نظر" کی

صدیوں کی بدقسمت راتیں ڈھونڈ رہی ہیں راہ سحر کی
مشرق کے آگے سے ڈھا دو دیواریں برف اور پتھر کی

کتنے بدصورت پسماندہ انساں ہیں دامن پھیلائے
لوٹ رہا ہے "حسن" اکیلا دولت ساری پریم نگر کی

یہ رنگ و بو کی طغیانی جھوم اٹھی نوعِ انسانی
کس کی نظر ہے خونِ دل ہر کسکو خبر ہے پس منظر کی

پہلے کبھی زرخیز زمیں کی مٹی سے ڈھلتے تھے انساں
آج نئے انساں کی نسلیں نسلیں ہیں لوہے پتھر کی

وقت کی بزم عیش و طرب میں ساز بہت ہیں تار نہیں ہے
اپنے تبسم کی ٹھنڈک میں آگ ملا دے سوزِ جگر کی

قیدِ قفس سے چھوٹنے والو قیدِ قضا سے پاؤ رہائی
کوند رہی ہے برق فضا میں خیر نہیں ہے بال و پر کی

اب تو زمیں پر مرنے والو کوچۂ جاناں میں جاں دیدو
زیست ہے عہد سود و زیاں میں ایک مصیبت جیون بھر کی

غزل

جناب فانی مرادآبادی

تیرے دیدار کی تمنا نے
مجھکو کیا کر دیا خدا جانے

حُسن کا فر لگا ہے شرمانے
کہہ دیا کیا مری تمنا نے

رات کا دل لرز کے رہ جائے
اہلِ دل چھیڑ دیں جو افسانے

آج تو پی گیا ہے زاہد بھی
آج تو پاک ہیں یہ پیمانے

ذرّے ذرّے میں جان پڑتی ہے
عشق جب چھیڑتا ہے افسانے

حُسن کو ہم سمجھ بھی سکتے ہیں
عشق کیا چیز ہے خدا جانے

شمع نے پھینکدی ہے کیسی کمند
لپکے آتے ہیں خود ہی پروانے

توبہ محکم سی ہوتی جاتی ہے
ٹوٹتے جا رہے ہیں پیمانے

رند آئے ہیں جھوم کر فانی
گنگنانے لگے ہیں مے خانے